© rasailojaraid.com

قسط:۲

آیت استخلاف اور خلافت معاویہ رضی اللہ عنہ

پروفیسر قاضی محمد طاہر علی الہاشمی

اس کے برعکس دوسرا مؤقف یہ ہے کہ زیرِ بحث آیت میں ''استخلاف'' کا وعدہ صرف ان لوگوں سے ہے جو نزولِ آیت کے وقت موجود تھے اور ایمان و عمل صالح کے اوصاف سے متصف تھے۔

امام اہل سنت مولانا عبدالشکور لکھنویؒ فرماتے ہیں کہ:

''اس آیت میں استخلاف کا ربط سابقہ آیات سے یہ ہے کہ اوپر کی آیتوں میں حق تعالیٰ نے کافروں اور منافقوں کا ذکر فرمایا ہے۔ اپنے دلائل قدرت، وحدانیت بیان فرما کر ان کو ایمان لانے کی ترغیب دی ہے۔ یہ آیت استخلاف اس ترغیب کا تکملہ اور تتمہ ہے کہ دیکھو ایمان والوں کے لیے اس دنیا میں اِن اِن انعامات کا ہم نے وعدہ کیا ہے۔ اگر تم ایمان لاؤ تو ان انعامات سے تم بھی فیض یاب ہو گے۔ آیت استخلاف کے بعد خدا نے نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنے کا حکم دیا ہے......''

اور ''الّذین اٰمنوا وعملوا'' دونوں صیغہ ماضی کے ہیں پھر اس کے بعد لفظ ''منکم'' ہے جو ضمیر حاضر پر شامل ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ وعدہ ان لوگوں سے ہے جو نزولِ آیت کے وقت موجود تھے اور نزول سے پہلے ایمان لا چکے تھے۔ پس حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت امام مہدی یا خلفائے بنی اُمیّہ و بنی عبّاس وغیرہ ''موعودلہم'' نہیں ہو سکتے۔ ''موعودلہم'' وہی صحابہ کرام مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم ہیں جو نزولِ آیت کے پہلے سے ان دونوں صفتوں کے ساتھ موصوف تھے خلفائے اربعہ بھی ان ہی میں ہیں۔ (تحفہ خلافت صفحہ ۱۱۰، ۱۱۹۔ مطبوعہ تحریک خدّام اہل سنت جہلم)

حضرت موصوفؒ نے پہلے اقتباس میں صاف طور پر یہ اقرار فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کافروں اور منافقوں سے ''استخلاف فی الارض'' کے انعام سے ترغیب دیتے ہوئے وعدہ کیا ہے کہ تم ایمان لاؤ تو ان انعامات سے تم بھی فیض یاب ہو گے۔ ظاہر ہے کہ جو حضرات قبل ازیں مشرف بہ ایمان ہو چکے ہیں وہ تو اس انعام استخلاف کے مستحق ہیں ہی لیکن جن حضرات کو وعدہ استخلاف کے ساتھ ایمان و عمل صالح کی ترغیب دی جا رہی ہے وہ تو نزولِ آیت کے بعد ہی اس انعام کے مستحق ہو سکتے ہیں۔ اس طرح امام اہل سنت نے بھی ان محققین اور مفسرین کے مؤقف کی تائید کر دی ہے جنھوں نے وعدہ استخلاف کو آیت استخلاف میں بیان کردہ اوصاف کے ساتھ عام رکھا ہے۔

لیکن اس کے برعکس دوسرے اقتباس میں موصوف نے ماضی (اٰمنوا وعملوا) کے صیغوں کی وجہ سے نزولِ آیت کے بعد ایمان لانے والے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو اس انعامِ استخلاف سے محروم کر دیا ہے جو محلِ نظر ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اگر وعدۂ استخلاف کو اس وقت موجود اہل ایمان کے ساتھ ہی خاص کرنا تھا تو پھر سوال یہ ہے کہ کفار و منافقین کو مخاطب کر کے نیز اپنے دلائلِ قدرت اور وحدانیت بیان فرما کر انہیں ایمان لانے کی ترغیب ہی کیوں دی گئی تھی؟ یہ بات عدل کے تقاضوں کے بھی منافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نزول آیت کے وقت تک کے مسلمانوں کو تو انعامِ استخلاف سے نوازے اور اس کے فوراً بعد ہی ایمان لانے اور عمل صالح بجالانے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ''شرائط خلافت'' پر پورا اترنے کے باوجود انعامِ استخلاف سے کلیتاً محروم کر دے۔ کیا اس کا نام ترغیب ہے کہ تمہیں یہ انعام نہیں مل سکتا؟ معلوم نہیں کہ پھر امام اہل سنت نے آیت استخلاف کو کس بنیاد پر اس ترغیب یعنی استخلاف فی الارض کا تکملہ اور تتمّہ قرار دیا ہے کہ اگر تم ایمان لاؤ تو تم بھی اس انعام سے فیض یاب ہو گے۔

حضرت موصوف نے ماضی کے صیغوں اور حاضر (منکم) کی ضمیر کی بنا پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ''انعام استخلاف'' سے جو محروم کیا ہے وہ بھی قطعی نہیں ہے کیونکہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ خود ان کی اپنی تحقیق کے مطابق ''صلح حدیبیہ کے سال اسلام لائے'' (ملاحظہ ہو: ازالۃ الخفاء، جلد اوّل صفحہ ۲۷۴)

جب کہ آیت استخلاف کے سنِ نزول کے حوالے سے تفسیری، حدیثی اور تاریخی کسی قسم کی کوئی روایت موجود نہیں ہے جس سے قطعیت اور تیقّن کے ساتھ کوئی دعویٰ کیا جا سکے۔ پھر یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ پورے قرآن کی نزولی ترتیب یقین کے ساتھ بیان ہی نہیں کی جا سکتی۔

مفتی محمد تقی عثمانی صاحب لکھتے ہیں کہ:

جب کوئی آیت نازل ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کاتبینِ وحی کو ساتھ ہی یہ بتا دیتے تھے کہ اس آیت کو فلاں سورۃ میں فلاں مقام پر لکھ لیا جائے چنانچہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے مقام پر درج ہو جاتی تھی۔

ترتیبِ نزول کو محفوظ رکھنے کی کوشش نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی اور نہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے۔ اس لیے جب قرآن مکمل ہو گیا تو لوگوں کو یہ یاد بھی نہیں رہا کہ کون سی آیت کس ترتیب سے نازل ہوئی تھی؟ لہٰذا اب جزوی طور پر بعض سورتوں یا آیتوں کے بارے میں تو یہ علم ہو جاتا ہے کہ ان کی ترتیب کیا تھی لیکن پورے قرآن کی ترتیب نزول یقین کے ساتھ بیان نہیں کی جا سکتی۔

علاّمہ سیوطی نے ''الاتقان'' میں بعض روایات کی مدد سے سورتوں کی ترتیب نزول بیان کرنے کی کوشش کی ہے لیکن درحقیقت ان روایتوں سے یقینی طور پر صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ کون سی سورۃ مکّی اور کون سی سورۃ مدنی ہے۔ ماضی قریب میں بعض مستشرقین نے بھی ترتیب نزول معیّن کرنے کی کوشش کی ہے...... لیکن ہماری نظر میں یہ ساری کوشش ایک ایسے کام میں اپنا وقت صرف کرنے کے مترادف ہیں جس میں کبھی یقینی کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی۔ (علوم القرآن، صفحہ: ۶۹۔۷۱)

موصوف کا یہ لکھنا محل نظر ہے کہ ''درحقیقت ان روایتوں سے یقینی طور پر صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ کون سی سورۃ مکّی اور کون سی سورۃ مدنی ہے۔'' کیونکہ بعض سورتوں کے مکّی اور مدنی ہونے کے بارے میں بھی یقینی طور پر فیصلہ نہیں کیا جا سکتا اسی لیے انہیں ''مختلف فیہا'' قرار دیا گیا ہے اور ان کے بارے میں مکّی و مدنی ہونے کے دونوں قول پائے جاتے ہیں۔ بعض حضرات کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نزدیک ۱۱۴ سورتوں میں سے ۸۷ مکّی اور ۲۷ مدنی ہیں جب کہ بعض دیگر حضرات کے نزدیک ۸۶ مکّی اور ۲۸ مدنی ہیں۔

تاہم ان کی یہ بات بالکل صحیح ہے کہ ''اب جزوی طور پر بعض سورتوں یا آیتوں کے بارے میں تو یہ علم ہوجاتا ہے کہ ان کی ترتیب کیا تھی؟'' لیکن لطف یہ ہے کہ آیت استخلاف کے بارے میں یقینی طور پر یہ دعویٰ سرے سے کیا ہی نہیں جاسکتا کہ یہ کس وقت اور کس سال نازل ہوئی تھی؟ پھر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو ''موعودلہم'' سے یقینی طور پر کیوں کر خارج کیا جاسکتا ہے؟

بعض حضرات نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ آیت استخلاف سورۃ النور کی ہے اور سورۃ النور صلح حدیبیہ سے پہلے ۵ھ یا ۶ھ نصف آخر میں نازل ہوئی ہے۔ لہٰذا اگر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا اسلام صلح حدیبیہ کے موقع پر بھی تسلیم کیا جائے تو بھی سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اس آیت کا مصداق نہیں بن سکتے کیونکہ آیت استخلاف سورۃ النور کی ہے اور یہ سورۃ غزوہ بنی المصطلق کے بعد نازل ہوئی ہے۔ جب سیدہ عائشہ صدیقہ رضی الہ عنہا کا واقعہ افک پیش آیا تھا اور اس میں اختلاف ہے کہ یہ غزوہ ۵ھ میں ہوا تھا یا اس کے بعد یا ۶ھ کے نصف آخر میں۔ اور ظاہر ہے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اس کے بعد اسلام لائے تھے لہٰذا سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اس آیت استخلاف کا مصداق نہیں بن سکتے۔ ان حضرات کے نزدیک وعدہ استخلاف دراصل مہاجرین اوّلین صحابہ کے لیے ہے جیسا کہ سورۃ الحج کی آیت تمکین میں ہے اور یہ سورۃ النور سے بہت پہلے نازل ہوئی ہے لہٰذا تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ سورۃ النور میں وعدہ استخلاف بھی ان ہی مہاجرین اوّلین سے ہے۔

ان حضرات کے مذکورہ جملہ دعوے محل نظر ہیں جن کی بنا پر وہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو آیت استخلاف کا مصداق قرار نہیں دیتے۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ کتب تاریخ وسیر میں ان آیات کے نزول کے متعلق مختلف اقوال پائے جاتے ہیں لہٰذا قطعیت کے ساتھ اور یقینی طور پر سورۃ النور کے سنِ نزول کے متعلق سرے سے کوئی دعویٰ کیا ہی نہیں جاسکتا۔ سوال یہ ہے کہ کیا ۹ رکوعات اور چونسٹھ آیات پر مشتمل یہ سورہ مبارکہ یک بارگی نازل ہوئی ہے؟

کیا آیت استخلاف (۵۵) بھی موجودہ ترتیب کے مطابق ہی نازل ہوئی ہے؟ کیا سورۃ الحج سورۃ النور سے بہت پہلے نازل ہوئی ہے؟

اس بات سے اختلاف ممکن نہیں ہے کہ قرآن مجید کی تعدادِ آیات میں اختلاف ہے، تعدادِ رکوعات میں اختلاف ہے، مکّی ومدنی سورتوں کی تعداد میں اختلاف ہے، آیاتِ سجدہ کی تعداد میں اختلاف ہے اور ترتیب نزولی میں بھی اختلاف ہے۔

۵ھ یا ۶ھ کے نصف آخر میں سورۃ النور کے نزول کا دعویٰ صرف اس مفروضہ پر مبنی ہے کہ ''افک'' کا واقعہ غزوہ بنی مصطلق میں پیش آیا تھا اور ''افک'' کی آیات بھی سورۃ النور میں ہیں۔

کتب تاریخ وسیر میں غزوہ بنی المصطلق کے وقوع کے بارے میں ۴ھ، ۵ھ، ۶ھ، کے مختلف اقوال پائے جاتے ہیں۔ یہ اختلاف خود قطعیت کے دعویٰ کا بطلان ظاہر کررہا ہے لیکن سوال یہ ہے کہ واقعہ افک کا وعدہ استخلاف کے ساتھ کیا تعلق ہے؟

واقعہ افک اگر بالفرض مذکورہ ''دعویٰ'' کے مطابق ثابت بھی ہوجائے تو اس سے بھلا وعدہ استخلاف کے زمانہ کا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تعین کیوں کر کیا جا سکتا ہے؟ پھر یہ بھی کوئی لازمی اور ضروری نہیں ہے کہ آیت استخلاف بھی اسی موقع پر نازل ہوئی ہو۔

خود سورۃ البقرہ کے مضامین تحویل قبلہ وغیرہ اس پر شاہد ہیں کہ یہ سورۃ ہجرت کے بعد مدینہ منوّرہ میں سب سے پہلے نازل ہوئی لیکن اس کی آیت ''وَاتَّقُوْا یَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِیْہِ اِلَی اللّٰہِ...... '' (۲۸۱) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت سے چند دن پہلے نازل ہوئی ہے۔

علّامہ فخر الدین رازیؒ نے اپنی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ قول ذکر کیا ہے کہ آیت مذکورہ آخری آیت ہے جو رسول اللہ پر نازل ہوئی۔ اس آیت کے نزول کے بعد نبی اکرم صلی اللہ ۲۱ دن زندہ رہے۔ ایک قول سات دن کا بھی ہے اور بعض نے کہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے تین گھنٹے پہلے نازل ہوئی ہے۔

اسی طرح تفسیر ابوالسعود میں ہے اور واحدی نے اپنی کتاب ''اسباب النزول'' (صفحہ:۹) میں دو طریقوں سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ تک سند پہنچاتے ہوئے بیان کیا ہے کہ یہ آیت سب سے آخر میں نازل ہوئی۔

ابن مردویہ نے بھی بواسطہ سعید بن جبیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ ''آخر اٰیۃ نزلت'' یعنی یہ آخری آیت ہے جو نازل ہوئی ہے۔ اور اس کو ابن جریر نے عوفی اور ضحاک کے واسطہ سے بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ (تاریخ افکار و علوم اسلامی، جلد اوّل صفحہ: ۸۰۔۸۱۔ مؤلف علّامہ راغب طباخ، مترجمہ: مولانا افتخار احمد بلخی)

اس سے معلوم ہوا کہ سورۃ البقرہ کی ایک آیت اس سورۃ کے نزول کے تقریباً دس سال بعد نازل ہوئی تھی۔

اگر سورۃ النور بالفرض غزوہ بنی مصطلق کے بعد ۶ھ کے نصف آخر میں بھی نازل ہوئی تو اس سے یہ کیوں کر سمجھ لیا جائے کہ آیت استخلاف بھی اسی موقع پر نازل ہوئی تھی اور اس وقت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اسلام میں داخل نہیں ہوئے تھے۔

جب کہ حقیقت یہ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ قبل از فتح مکّہ بر موقع عمرۃ القضا اور بقول امام اہل سنّت صلح حدیبیہ کے سال مشرف بہ اسلام ہو چکے تھے۔ پھر بعد از فتح مکّہ حضرت عبّاس رضی اللہ عنہ کی طرح وہ ہجرت کر کے مدینہ منوّرہ میں مقیم ہو گئے تھے۔ تفصیل ''ماہنامہ نقیب ختم نبوت ملتان'' ستمبر ۲۰۱۱ء کے شمارہ میں زیر عنوان: ''آیت تمکین اور خلافتِ معاویہ رضی اللہ عنہ'' گزر چکی ہے۔

علاوہ ازیں آیت استخلاف کے سنِ نزول پر بحث کرتے وقت یہ بات بھی پیش نظر رہنی چاہیے کہ اسلام میں پہلی مرتبہ سن ہجری کا آغاز و نفاذ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے تقریباً سات سال بعد دورِ فاروقی میں ۱۷ھ میں ہوا تھا۔ اس سے پہلے مسلمان ''ہجری کیلنڈر'' سے ہی نا آشنا تھے۔

مؤرخین نے بہت بعد میں مختلف واقعات کی سنوں کا محض اندازے کے ساتھ تعیّن کیا جنہیں یقینی اور قطعی ہرگز نہیں قرار دیا جا سکتا جب کہ آیت استخلاف کے حوالے سے تفسیری، حدیثی اور تاریخی کسی قسم کی کوئی روایت بھی موجود نہیں ہے۔ معلوم نہیں پھر اس کے نزول کے حوالے سے بقیدِ سن پورے تیقن کے ساتھ دعویٰ کس طرح کیا جا سکتا ہے؟

اسی طرح ان حضرات کا یہ دعویٰ بھی خلافِ حقیقت ہے کہ ''سورۃ الحج (جس میں آیت تمکین کا ذکر ہے) سورۃ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

النور سے بہت پہلے نازل ہوئی ہے۔''

سورۃ الحج کا سورۃ النور سے ''پہلے'' نزول کو قطعی طور پر ثابت کرنا ہی مشکل ہے چہ جائے کہ ''بہت پہلے۔'' امام جلال الدین سیوطیؒ نے الاتقان میں مدنی سورتوں کی نزولی ترتیب میں ایک ترتیب کے مطابق سورۃ الحج کا نزولی نمبر ۷ جب کہ سورۃ النور کا نزولی نمبر ۸ بتایا ہے۔ دوسری ترتیب کے مطابق سورۃ الحج کا نزولی نمبر ۸ جب کہ سورۃ النور کا نزولی نمبر ۹ بتایا ہے۔ اسی طرح اس کے برعکس ایک ترتیب کے مطابق سورۃ الحج کا نزولی نمبر ۹ جب کہ سورۃ النور کا نزولی نمبر ۸ تحریر کیا ہے۔ گویا موصوف کے نزدیک دو ترتیبوں میں سورۃ الحج، سورۃ النور سے ایک نمبر پہلے اور اور ایک ترتیب کے مطابق ایک نمبر بعد نازل ہوئی ہے۔ صحیح یہی ہے کہ سورۃ الحج، سورۃ النور کے بعد نازل ہوئی ہے۔ اگر چہ موجودہ ترتیب کے اعتبار سے سورۃ الحج کا نمبر ۲۲ ہے جب کہ سورۃ النور کا نمبر ۲۴ ہے لیکن یہاں نزولی ترتیب زیر بحث ہے۔

ادارہ دار السلام ریاض اور لاہور سے تصحیح کے مکمل اہتمام کے ساتھ ۲۰۰۳ء میں ''القرآن الکریم'' کا ایک نسخہ شائع کیا گیا جس میں ہر سورۃ کے ساتھ ساتھ موجودہ اور نزولی ترتیب کی وضاحت کے علاوہ آخر میں بھی سورتوں کی ایک مکمل فہرست دے دی گئی ہے۔ جس کے مطابق سورۃ النور کا نزولی نمبر ۱۰۲، سورۃ الحج کا نمبر ۱۰۳، سورۃ النصر کا نمبر ۱۱۴ ہے۔

الشیخ محمد الغزالی کی ترتیب کے مطابق مدنی سورتوں میں سورۃ النور کے نزول کا نمبر ۱۹ ہے جب کہ ۱۸ نمبر پر سورۃ النصر اور نمبر ۲۰ پر سورۃ الحج ہے۔ ملاحظہ ہو نظرات فی القرآن طبع دوم مصر، صفحہ: ۹۲۵۸

مذکورہ تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ ان حضرات کا یہ کہنا ''بالکلیہ صحیح'' نہیں ہے کہ سورۃ الحج (جس میں آیت تمکین ہے) سورۃ النور (جس میں آیت استخلاف ہے) سے ''بہت پہلے'' نازل ہوئی ہے بلکہ الٹا سورۃ الحج کا سورۃ النور کے بعد نازل ہونا بھی قوی دلائل سے ثابت ہوگیا ہے۔ یہ حضرات سورۃ النور، سورۃ الحج اور سورۃ النصر کی نزولی ترتیب کی بحث میں اس بات کو بھی لائے ہیں کہ:

''جمہور کا قول یہ ہے کہ حج ۶ ھ میں فرض ہوا ہے۔''

مولانا محمد منظور نعمانی لکھتے ہیں کہ:

''حج کی فرضیت کا حکم راجح قول کے مطابق ۹ ھ میں آیا ہے اور اس کے اگلے سال ۱۰ ھ میں اپنی وفات سے صرف تین مہینے پہلے رسول اللہ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کی بڑی جماعت کے ساتھ حج فرمایا جو حجۃ الوادع کے نام سے مشہور ہے۔ (معارف الحدیث جلد ۴، صفحہ: ۱۸۸)

محققین کے نزدیک حج کی فرضیت کا حکم ہجرت کے نویں سال میں آیا ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ سورۃ آل عمران کی آیت نمبر ۹۷ جس سے حج کی فرضیت کا استدلال کیا جاتا ہے (غزوہ احد کے سال ۳ ھ میں نہیں بلکہ) ۹ ھ کے آخر میں نازل ہوئی۔

حج کا ہجرت کے نویں سال میں فرض ہونا ہی زیادہ قرین قیاس ہے۔ کیونکہ اگر وہ ۳ ھ، ۵ ھ یا ۶ ھ میں فرض ہوا ہوتا تو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ذوالقعدہ (جو اشہرالحج میں سے ہے) ٦ ھ میں تقریباً چودہ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو لے کر اس عمرہ کے لیے روانہ، نہ ہوتے جو تاریخ میں عمرہ حدیبیہ کے نام سے موسوم ہے بلکہ حج کے لیے روانہ ہوتے اور پھر مشرکین کی مزاحمت کی وجہ سے یہ عمرہ ادا نہ ہو سکنے اور صلح ہو جانے پر حسب معاہدہ آئندہ سال ذوالقعدہ ٧ ھ میں جا کر اس عمرہ کی ہی قضا ادا نہ کرتے بلکہ صلح نامہ میں مکّہ مکرّمہ میں تین دن قیام کے بجائے ایّام الحج تک قیام کی شرط درج کروا کر حج وعمرہ دونوں کی قضا ادا کرتے۔

مکّہ معظّمہ رمضان ٨ ھ میں فتح ہوا تھا۔ اب تو فرضیتِ حج کے حکم کی تعمیل میں کوئی رکاوٹ باقی نہیں رہی تھی لیکن پھر بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مکّہ مکرّمہ کے گرد ونواح اور اشہرالحج میں قیام فرمانے کے باوجود حج ادا نہیں کیا بلکہ اس کے برخلاف اسی ٨ ھ کے ذوالقعدہ کے مہینے میں ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جعرانہ سے احرام باندھ کر عمرہ ادا کیا اور حج ادا کیے بغیر مدینہ منوّرہ روانہ ہو گئے تھے۔ حالانکہ فتح مکّہ کے بعد تو کوئی چیز بھی مانع ورکاوٹ نہ تھی۔

اس سے معلوم ہوا کہ ٨ ھ کے اختتام تک بھی حج فرض نہیں ہوا تھا ورنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس فرض کی ادائیگی میں تاخیر نہ کرتے لہٰذا محققین کا یہ قول ہی کہ حج ٩ ھ میں فرض ہوا زیادہ قرین قیاس ہے۔ پھر نویں سال حج کی فرضیت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود حج کے لیے تشریف لے جانا چاہتے تھے لیکن اس لیے تشریف نہیں لے گئے کہ مشرکین بھی حسب عادت شریک ہوں گے اور دیگر خرافات کی طرح برہنہ طواف کریں گے اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی قیادت وسیادت میں روانہ فرما کر اسلام کی تاریخ میں پہلا فرض حج سنّت ابراہیمی اور اسلامی طریقہ کے مطابق ادا کروایا۔

اسی موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے مطابق یہ اعلان بھی کیا گیا کہ:

''کوئی شخص بیت اللہ کا عریاں طواف نہیں کرے گا بلکہ آئندہ سال سے کسی مشرک کو بیت اللہ کے حج کی ہی اجازت نہیں ہوگی۔'' (صحیح بخاری، کتاب الصلوٰۃ باب مایستر من العورۃ۔ صحیح مسلم، کتاب الحج باب لا یحج البیت المشرک)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو آیت استخلاف کا مصداق نہ قرار دینے والا ایک مخصوص ٹولہ یا طبقہ چھٹے سال میں حج کی فرضیت کے قول سے یہ باور کرانا چاہتا ہے کہ سورۃ الحج صلح حدیبیہ سے پہلے نازل ہو چکی تھی پھر ٥ ھ یا ٦ ھ کے نصف آخر میں غزوہ بنی مصطلق کے موقع پر سورۃ النور نازل ہوئی جس میں وعدہ استخلاف کا مصداق ان مہاجرین اوّلین کو قرار دیا گیا جن کا ذکر سورۃ الحج کی آیت تمکین میں کیا گیا تھا۔ اسی لیے اس طبقہ نے واضح طور پر یہ اعلان کیا ہے کہ:

''آیت استخلاف سورۃ النور کی ہے اور سورۃ النور ٥ ھ یا ٦ ھ نصف آخر میں نازل ہوئی ہے، صلح حدیبیہ سے پہلے۔ لہٰذا اگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا اسلام صلح حدیبیہ کے موقع پر بھی تسلیم کیا جائے تو بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اس آیت کے مصداق نہیں بن سکتے۔'' یہ اعلان محض ''سینہ زوری'' ہے۔ علیٰ سبیل التنزل اگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو آیت استخلاف کا مصداق نہ بھی تسلیم کیا جائے تو پھر بھی انہیں کسی طور پر اور کسی بھی دلیل سے زمرۂ خلفائے راشدین سے خارج قرار نہیں دیا جا سکتا۔ زیادہ سے زیادہ ان کے دور پر آیت استخلاف کی روشنی میں ''خلافتِ راشدہ موعودہ'' کا اطلاق نہیں ہوگا لیکن ''اُولٓـئک

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

هم الرّاشدون“ کی روشنی میں ہرمومن بالقرآن کم ازکم انہیں ضرور بالضرور خلیفہ راشد تسلیم کرے گا۔

ویسے حقیقت یہ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جس طرح آیت اظہار دین، آیت الراشدون اور آیت تمکین کے مصداق ہیں اسی طرح بلکہ مقاصدِ خلافت کے حصول کے اعتبار سے اس سے بھی بڑھ کر آپ آیت استخلاف کے مصداق ہیں اور اس ضمن میں ماضی کے صیغے ”وَعدَ، اٰمَنوا، عَمِلُوا“ اور ”مِنکُمْ“ میں مخاطب کی ضمیر بالکل مانع ورکاوٹ نہیں ہے۔

اگر بالفرض حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نزول آیت کے وقت مشرف بہ اسلام نہیں بھی ہوئے تھے تو پھر بھی وہ ”منکم“ کے مخاطبین میں اس اعتبار سے یقیناً شامل ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نزول آیت کے وقت موجود تمام انسانوں (کافر ومنافق) کو مخاطب کر کے ان میں سے جو ایمان وعملِ صالح کی صفات سے متصف ہو چکے ہیں یا آئندہ ہوں گے ان سے استخلاف فی الارض کا وعدہ کیا ہے۔ امامِ اہل سنت مولانا عبدالشکور لکھنویؒ کا بھی یہی مؤقف ہے جس کا حوالہ زیرِ نظر مضمون کے بالکل آغاز میں گزر چکا ہے۔

جہاں تک آیت استخلاف میں ماضی کے صیغوں اور ”منکم“ کی ضمیر کا تعلق ہے تو اس سے متعلق بحث تیسری اور آخری قسط میں ملاحظہ فرمائیں۔ (جاری ہے)

ماہانہ مجلس ذکرواصلاحی بیان
24 نومبر 2011ء
جمعرات بعد نماز مغرب
دارِ بنی ہاشم
مہربان کالونی ملتان
ابن امیر شریعت
حضرت پیر جی
سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم
امیر مجلس احرار اسلام پاکستان
الداعی سید محمد کفیل بخاری ناظم مدرسہ معمورہ دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان
061-4511961

الغازی مشینری سٹور
ہمہ قسم چائنہ ڈیزل انجن، سپیئر پارٹس
تھوک و پرچون ارزاں نرخوں پر ہم سے طلب کریں
بلاک نمبر 9 کالج روڈ، ڈیرہ غازی خان 064-2462501

© rasailojaraid.com